18

نمازیں سنوار کر پڑھو، تسبیح، تحمید اور درود پڑھنے میں دوام اختیار کرو

(فرمودہ 12 مئی 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے جو دنیا میں مذہب بھیجا ہے تو اس کی ایک ہی غرض ہے کہ بنی نوع انسان خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ شفقت علیٰ خَلقِ اللہ بھی مذہب کا ایک حصہ ہے۔ لیکن یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ جب کوئی باپ اور ماں سے محبت کرتا ہے تو اُن کے بچوں سے وہ آپ ہی محبت کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ بنی نوع انسان کے متعلق اُس کے دل میں بُغض اور کینہ باقی رہ جائے۔ جتنا جتنا کسی کے دل میں بُغض اور کینہ ہو اُتنا ہی اُس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا تعلق خدا سے کمزور ہے۔ نماز خدا کے تعلق کی علامت نہیں بلکہ خدا کے تعلق کا ایک ذریعہ ہے۔ ذکر الٰہی بھی خدا کے تعلق کی علامت نہیں بلکہ خدا کے تعلق کا ایک ذریعہ ہے۔ روزہ بھی خدا تعالیٰ کے تعلق کی علامت نہیں بلکہ خدا کے تعلق کا ایک ذریعہ ہے۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے تعلق کی

علامت نہیں بلکہ خدا کے تعلق کا ایک ذریعہ ہے۔ اِسی طرح اَور جس قدر عبادات ہیں وہ سب کی سب خدا کے تعلق کی علامت نہیں بلکہ خدا کے تعلق کا ذریعہ ہیں۔ لیکن بنی نوع انسان سے محبت اور ہمدردی کرنا اور اُن سے تعلق اور محبت رکھنا اور اُن سے شفقت کے ساتھ پیش آنا یہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اس کی ایک علامت بھی ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص بنی نوع انسان سے محبت رکھتا ہے، ان کے ساتھ اخلاص سے پیش آتا ہے، ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا ہے، اُن سے کینہ اور بُغض نہیں رکھتا، اُن سے لڑائی جھگڑا نہیں بڑھاتا۔ اس کے دل میں عفو ہے، رحمت ہے، شفقت ہے تو یہ امر صرف خدا کے تعلق کو بڑھانے کا ایک ذریعہ ہی نہیں ہو گا بلکہ اِس بات کی علامت بھی ہو گا کہ یہ تعلق پیدا ہو چکا ہے۔ بشرطیکہ وہ یہ فعل ایماناً اور احتساباً کر رہا ہو۔ یہ ایک لازمی شرط ہے کہ کوئی چیز اپنی ظاہری صورت میں دین کے لحاظ سے نیکی نہیں بن سکتی جب تک وہ ایماناً اور احتساباً نہ ہو۔ کام کرنے والا ایمان کے لحاظ سے کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے۔ مثلاً اگر وہ بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے تو وہ اس لیے محبت نہیں کرتا کہ بنی نوع انسان سے محبت کرنے سے میری قوم ترقی کرے گی۔ اگر وہ اس نیت سے ان کے ساتھ محبت کرتا ہے تو یہ خدا تعالیٰ کے تعلق کی علامت نہیں ہو گی۔ لیکن اگر اس کے حُسنِ سلوک کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے یہ میرے ربّ کی مخلوق ہے اور میرے رب کا حکم ہے کہ ان سے محبت کروں تُو اس کا یہ فعل یقیناً دین کا حصہ بنے گا اور اس کے لیے خدا تعالیٰ کے قرب کا موجب ہو گا۔ اِسی طرح اگر اُس کے دل میں یہ احساس رہتا ہے کہ مَیں بنی نوع انسان سے محبت کروں گا تو ہم سب کا روحانی باپ اِس نیکی کی وجہ سے میرے ساتھ بھی نیک سلوک کرے گا تو یہ فعل اس کے لیے روحانی درجات کی بلندی کا موجب ہو گا۔ پس ضروری ہے کہ ایک طرف انسان کا ایمان مضبوط ہو اور دوسری طرف احتساب اُس کے مدنظر ہو کہ میرا پیدا کرنے والا خدا اِس کو پسند کرے گا اور یہ میرا عمل اُس کے پاس محفوظ رہے گا۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے اصل چیز خدا کی محبت ہی ہے اور شفقت عَلٰی خَلْقِ اللہ اِس کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ وہ ایک علامت ہے اور علامت اپنے اصل سے علیحدہ حیثیت نہیں رکھتی۔

پس مذہب کی غرض صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کا تعلق قائم کیا جائے۔ مذہب کا قیام ایسی ہی باتوں سے ہو سکتا ہے جو دین سے تعلق رکھنے والی ہوں اور جن سے خدا کی محبت پیدا ہوتی ہو۔ پس ہر چیز جس سے خدا کی محبت پیدا ہوتی ہے مذہب کا ایک جزو ہے۔ نماز مذہب کا ایک جزو ہے، روزہ مذہب کا ایک جزو ہے، زکوٰۃ مذہب کا ایک جزو ہے، حج مذہب کا ایک جزو ہے، صدقہ و خیرات مذہب کا ایک جزو ہے۔ لوگوں سے حُسنِ سلوک کرنا، ان کے ساتھ مروّت سے پیش آنا، ان سے رأفت، شفقت اور ہمدردی کا اظہار کرنا یہ سب چیزیں مذہب کا جزو ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا اور اس کے ساتھ انسان کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ دنیا کے عام لوگ جو مذہب کا نام اختیار کر کے لوگوں کو ایک سوسائٹی کی شکل دینا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ سے براہ راست محبت پیدا کرنے کے جو ذرائع ہیں اُن کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ مذہب کے پیچھے نہیں چلتے وہ اپنی نفسانی خواہشات کا نام مذہب رکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں لوگ مذہب کے نام پر زیادہ قابو آتے ہیں۔ پس ایسا انسان جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق پیدا کرنا چاہتا ہو اُس کے لیے تمام عبادتیں جو خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور انسانی نفس کی صفائی کرنے والی ہیں نہایت ہی اہمیت رکھتی ہیں۔ وہ ان کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا، کسی طرح ان کو چھوڑ نہیں سکتا اور کسی طرح ان کو تحقیر کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔

ہم صحابہؓ کو دیکھتے ہیں اُن کی ساری زندگی ہی اُن باتوں میں لگی رہتی تھی جو خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں۔ لیکن اِس زمانہ کے لوگ ان باتوں کو تو چھوڑ دیتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں اور ان باتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو اُن کی شہرت اور عزت کا موجب ہوں یا قوم میں اُن کا وقار قائم کرنے کا موجب ہوں۔ اصل چیز کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی۔ مثلاً اِس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں نماز کی قدر بہت کم ہو گئی ہے۔ مسجدیں تو ہیں مگر نمازیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اکثر ویران پڑی رہتی ہیں۔ مَیں جب مصر گیا تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں مَیں نے دیکھا ظہر کی نماز میں صرف اتنے آدمی تھے کہ اُس کے محراب میں ہی آ گئے۔ آگے امام تھا اور پیچھے چار پانچ آدمی کھڑے تھے۔ یہ اُس شہر کا حال ہے

جو اسلام کا مرکز کہلاتا ہے۔ جہاں کئی لاکھ کی مسلم آبادی ہے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہاں اَور بھی مسجدیں ہیں۔ یہ نہیں کہ سب لوگ اُسی مسجد میں آتے ہوں۔ لیکن جامع مسجد کی اِس حالت کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اَور مساجد کی کیا حالت ہوگی۔ مَیں تو دنیا میں جہاں جہاں گیا ہوں مساجد مجھے ایسی ہی ویران دکھائی دی ہیں۔ مجھے زیادہ سیاحت کا موقع نہیں ملا مگر پھر بھی جو اسلامی علاقے مَیں نے دیکھے ہیں ان میں یروشلم ہے، حیفا ہے، دمشق ہے، پورٹ سعید ہے، سویز ہے، قاہرہ ہے۔ یہ علاقے مَیں نے دیکھے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کی وہ مساجد جو شمالی ہند میں ہیں یا وہ مساجد جو مغربی ہند میں ہیں مَیں نے دیکھی ہیں۔ جنوبی ہند اور مشرقی ہند میں مجھے جانے کا موقع نہیں ملا۔ مگر مَیں نے کوئی جگہ بھی ایسی نہیں دیکھی جہاں کی مسجدیں آباد ہوں۔ سوائے بیت اللہ کے کہ وہ ایک ایسا مقام ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں سے بھرا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ بے شک ہم حج کے دنوں میں وہاں گئے تھے جب اَور دنوں کی نسبت وہاں بہت زیادہ عبادت کرنے والے جمع ہو جاتے ہیں مگر مَیں نے کُرید کُرید کر لوگوں سے پوچھا تو یہی معلوم ہوا کہ دوسرے ایام میں بھی بِالعموم مکہ والے بیت اللہ میں ہی نمازیں پڑھتے ہیں اور ہر وقت ہزاروں نمازی وہاں موجود رہتے ہیں۔ حج کے دنوں میں تو یہ تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ وہ بڑی وسیع مسجد ہے مگر پھر بھی بعض دفعہ ساری مسجد کناروں تک نمازیوں سے بھر جاتی ہے۔ عام اندازہ یہ ہے کہ وہاں ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ تک لوگ حج کے دنوں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور دوسرے دنوں میں بھی ہزاروں کی تعداد میں وہاں نماز پڑھنے والے موجود رہتے ہیں۔ وہاں چھوٹی چھوٹی الگ بھی مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ مگر پھر بھی محلہ والوں کی یہی خواہش ہوا کرتی ہے کہ ہم کوئی نہ کوئی نماز بیت اللہ میں ضرور پڑھیں۔ اور بعض نے تو یہ عہد کیا ہوتا ہے کہ ہم ساری نمازیں چاہے ہم کتنی ہی دور کیوں نہ رہتے ہوں بیت اللہ میں ہی پڑھیں گے۔ بس بیت اللہ العتیق کے سِوا قادیان کے باہر مَیں نے کوئی مسجد آباد نہیں دیکھی۔ بِالعموم مسجدیں نمازیوں سے خالی ہوتی ہیں۔ اور اِس کی وجہ یہی ہے کہ دلوں میں نماز کی اہمیت نہیں رہی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نماز ایسی ہی چیز ہے جیسے ٹونا یا جادو ہوتا ہے۔ کوئی حقیقی فائدہ نماز سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

مَیں نے کچھ عرصہ ہوا دوستوں کو نماز باجماعت پڑھنے کی تحریک کی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان میں اکثر لوگ باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور بہت کم ہیں جو اس میں سُستی کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی لوگوں کو بیدار کرنے اور ان میں زیادہ مستعدی پیدا کرنے کے لیے مَیں نے یہ تحریک کی اور مَیں نے دیکھا کہ اس وقت نماز باجماعت کا چرچا بہت زیادہ ہو گیا اور مساجد میں پھر آبادی بڑھ گئی۔ اب میری تحریک پر لوگ مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لیے آنے شروع ہو گئے ہیں اور گو ابھی اتنے لوگ نہیں آئے جتنے آسکتے ہیں یا جتنے لوگوں کو باقاعدگی کے ساتھ مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لیے آنا چاہیے لیکن بہرحال لوگوں میں تحریک ہوئی اور انہوں نے نماز کے لیے مسجد مبارک میں آنا شروع کر دیا۔ لیکن اِس کے علاوہ نماز کے بعض حصے ایسے ہیں جن کی طرف ابھی قادیان کے لوگ بھی متوجہ نہیں اور باہر کی جماعتیں بھی ان امور کی طرف بہت کم توجہ کرتی ہیں۔

نماز کی ایک خصوصیت یہ ہوا کرتی ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں ابھی جماعت میں یہ احساس پورے طور پر پیدا نہیں ہوا کہ وہ نمازیں آہستگی اور اطمینان کے ساتھ پڑھا کریں۔ ان کی نمازیں بے شک غیر احمدیوں سے اچھی ہوتی ہیں جو اس طرح پڑھتے ہیں جیسے مرغا دانے چُنتا ہے۔ لیکن ایسی بھی نہیں ہوتیں جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے کہ نمازیں پڑھی جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس امر کی بڑی تاکید فرمائی ہے کہ جب انسان سجدہ میں جائے تو تمام کلمات عمدگی سے ادا کرے، جب کھڑا ہو تو سورۂ فاتحہ اور قرآن مجید کا کچھ حصہ یا صرف سورۂ فاتحہ جیسی بھی صورت ہو اطمینان سے پڑھے اور ایک ایک لفظ کو آرام اور سکون کے ساتھ ادا کرے۔ جب رکوع میں جائے تو اِسی طرح رکوع کی تسبیح آہستگی اور عمدگی سے کرے جلدی جلدی اپنی زبان سے کلمات نہ نکالے۔ لیکن اِس کے علاوہ نماز کا یہ بھی ایک اہم حصہ ہے کہ رکوع اور سجدہ وغیرہ کی حرکات وقار کے ساتھ کی جائیں۔ جب انسان رکوع کی طرف جائے تو یہ نہ ہو کہ جلدی سے رکوع میں چلا جائے بلکہ آہستگی اور وقار کے ساتھ جائے۔ جب رکوع سے اُٹھے تو جلدی سے نہ اُٹھے بلکہ آہستگی اور اطمینان کے ساتھ اس طرح اُٹھے جیسے ایک باوقار انسان اُٹھتا ہے۔ جب

سجدہ میں جائے تو اُس وقت بھی اپنی حرکات میں وقار مدنظر رکھے۔ یہ نہ ہو کہ وہ کُود کر سجدہ میں چلا جائے۔ اسی طرح دو سجدوں کے درمیان جب بیٹھے تو ایک باوقار انسان کی طرح آہستگی سے اپنا سر اٹھائے اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر مسنون دعائیں پڑھے۔ پھر جب سلام پھیرنے لگے تو اُس وقت بھی اِس ہدایت کو مدنظر رکھے۔ یہ نہ ہو کہ جس طرح کل والا بُت حرکت کرتا ہے اُسی طرح جلدی سے اُس کی گردن ایک دفعہ دائیں طرف مڑ جائے اور دوسری دفعہ بائیں طرف اور وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ یہ ساری چیزیں نماز کے اثر کو زائل کرنے اور اس کے فوائد کو باطل کرنے والی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِن امور کا اِس قدر خیال رکھا کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا اور اُس نے نماز شروع کر دی۔ جب وہ نماز ختم کر چکا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی پھر پڑھو۔ اُس نے پھر نماز پڑھی۔ جب فارغ ہو چکا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم پھر نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اُس نے پھر نماز پڑھی۔ اِس دفعہ نماز سے فارغ ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر فرمایا تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ آخر جب کئی دفعہ اِسی طرح ہوا تو وہ کہنے لگا یارسول اللہ! مجھے تو کسی اَور طرح نماز پڑھنی نہیں آتی۔ آپ ہی بتائیں مَیں کس طرح نماز پڑھوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو ٹھہر ٹھہر کر اور آہستگی اور وقار سے تمام حرکات ادا کرو۔[1] مگر مَیں دیکھتا ہوں اِس طرف ہماری جماعت کے دوستوں کی بہت کم توجہ ہے۔ بعض لوگ سجدہ بھی لمبا کر لیں گے لیکن جب اٹھنے لگیں گے تو اس طرح جلدی سے اٹھ کر بیٹھ جائیں گے جیسے کسی مشین کے اوپر سے کوئی تختہ اٹھا دیا جائے تو یکدم مشین باہر نکل آتی ہے۔ یا سجدہ میں جانے لگیں گے تو ایسا معلوم ہو گا جیسے کسی نے ان کو دھکّا دے دیا ہے۔ یہ ساری باتیں وقار کے خلاف اور نماز کی روح کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ اِسی طرح مَیں نے دیکھا ہے سجدہ میں جاتے وقت کھٹا کھٹ کی آواز آنی شروع ہو جاتی ہے جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ کُود کر سجدے میں جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا کھڑے کھڑے وہ تنگ آ چکے تھے اور اسی لیے سجدے میں زمین پر گُھٹنے مار کر جاتے ہیں۔ یہ بھی

وقار کے خلاف ہے۔ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ جب انسان سجدہ میں جائے تو آہستگی سے جائے، گھٹنوں کو آرام سے زمین پر رکھے۔ پھر آرام سے زمین پر ہاتھ رکھے اور پھر سجدہ میں اپنا سر جھکا دے۔ ان تمام حرکات میں مومنانہ وقار مد نظر رکھنا چاہیے۔ یہ چیز بھی اہم اصول میں سے ہے اور اس سے انسان کے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص جلدی جلدی حرکات کرتا ہے وہ چاہے پندرہ منٹ کا سجدہ کرے اسے وہ فائدہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جو اُس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو گو دو منٹ کا سجدہ کرے مگر اپنی تمام حرکات میں وقار مد نظر رکھے اور آہستگی کے ساتھ تمام ارکانِ نماز بجا لائے۔ اگر لمبا سجدہ کرنے والا نماز کی درمیانی حرکات کو بھی آہستگی سے ادا کرے تب اسے دوسروں سے زیادہ فائدہ ہو گا۔ لیکن اگر وہ نماز کی حرکات کرتے وقت تو آہستگی سے کام نہیں لیتا اور سجدہ میں زیادہ وقت صَرف کر دیتا ہے تو اس سے وہ شخص زیادہ فائدے میں رہے گا جو گو سجدہ چھوٹا کرتا ہے (یہ مطلب نہیں کہ وہ بالکل چھوٹا ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ نسبتاً چھوٹا سجدہ کرتا ہے) لیکن ارکان آہستگی سے ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کے قلب میں یقیناً دوسرے سے زیادہ نور پیدا ہو گا اور وہ دوسرے سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں بڑھ جائے گا۔ پس ہر شخص کو نماز پڑھتے وقت اپنی حرکات کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ اُس کی حرکات ایسی ہوں جیسے بادشاہ کے سامنے کوئی مؤدّب انسان کرتا ہے۔

دوسری چیز جس کی طرف مَیں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں ذکر الٰہی ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ہماری جماعت میں ذکر الٰہی کی پوری اہمیت نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے ہر نماز کے بعد انسان کو تینتیس دفعہ تسبیح، تینتیس دفعہ تحمید اور چونتیس دفعہ تکبیر کہنی چاہیے اور اس بات کو آپ نے اتنی اہمیت دی ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس غرباء آئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کی جماعت میں کچھ امراء بھی ہیں۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہی کچھ وہ بھی کرتے ہیں، جیسے ہم جہاد کرتے ہیں ویسے ہی امراء جہاد کرتے ہیں، جس طرح ہم نمازیں پڑھتے ہیں اسی طرح امراء نمازیں پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اُسی طرح امراء

روزے رکھتے ہیں، جس طرح ہم حج کرتے ہیں اُسی طرح امراء حج کرتے ہیں لیکن یارسول اللہ! ایک بات میں وہ ہم سے بڑھ کر ہیں۔ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں مگر ہم نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ہمارے پاس مال نہیں ہے۔ اس طرح وہ نیکی میں ہم سے بڑھ جاتے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ کوئی ایسی ترکیب بتائیں جس سے کام لے کر ہم بھی نیکی میں ان کے برابر ہو جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مَیں تمہیں ایک ایسی ترکیب بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کروگے تو دوسروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جاؤ گے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا، تم ہر نماز کے بعد 33 دفعہ سُبۡحَانَ اللّٰہ، 33 دفعہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ اور 34 دفعہ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہہ لیا کرو۔ اس سے تم پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جاؤ گے۔ انہوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ کچھ دن گزرے تو پھر وہی صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے آپ کے کہنے پر عمل شروع کر دیا تھا کیونکہ ہم سمجھتے تھے کہ چونکہ ہم زکوٰۃ نہیں دے سکتے اور نیکی کے اس میدان میں امراء ہم سے بڑھ جاتے ہیں اس لیے کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے جس سے امراء ہم سے نہ بڑھ سکیں۔ مگر یارسول اللہ! آپ نے جو کچھ ہمیں بتایا تھا اُس کا کسی طرح امراء کو بھی پتہ لگ گیا اور انہوں نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ یارسول اللہ! آپ امیروں کو روک دیجیے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مَیں کسی کو نیکی سے نہیں روک سکتا۔ 2

تو دیکھو ان لوگوں میں کیسا اخلاص تھا کہ نیکی کے حصول کا کوئی ذریعہ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کو خدا کا قرب حاصل ہوا۔ اگر وہ بھی اسی طرح بے پروائی کرتے جس طرح آجکل بے پروائی سے کام لیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام ان کو کس طرح حاصل ہو سکتا۔ آجکل لوگ دین کی باتیں تو سنتے ہیں۔ مگر صرف مزہ اٹھانے کے لیے عمل کرنے کے لیے نہیں سنتے۔ وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے سر بھی مار لیتے ہیں، واہ وا بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہ بھی کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ واعظ صاحب نے بڑا اچھا وعظ کیا۔ لیکن یہ درد پیدا نہیں ہوتا کہ ہم ان باتوں پر عمل بھی کریں۔ اب یہی روایت مَیں اپنے خطبات میں

بیسیوں دفعہ بیان کر چکا ہوں۔ مگر کتنے شخص ہیں جو اِس پر باقاعدگی سے عمل کر رہے ہیں کہ جب نماز ختم ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ ضرور فرض نماز ہی کے بعد بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب نماز سے انسان فارغ ہو جائے تو وہ بیٹھ کر 33 دفعہ تسبیح، 33 دفعہ تحمید اور 34 دفعہ تکبیر کہے۔ حالانکہ اس کے بدلے میں انسان دوسروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جا سکتا ہے۔ کیا پانچ سو سال پہلے جنت کا مل جانا کوئی معمولی بات ہے۔ مَیں تو سمجھتا ہوں ہزاروں لاکھوں روپے لوگ اِس غرض کے لیے دینے کو تیار ہو جائیں اگر وہ سمجھیں کہ انہیں ان روپوں کے بدلہ میں چھ مہینہ کی اَور زندگی مل سکتی ہے۔ حالانکہ چھ مہینے کی کیا حقیقت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ لیکن اگر کسی کو یقین ہو جائے کہ اب میری موت کا وقت آپہنچا ہے اور اُس وقت اُسے کہا جائے کہ تمہیں ایک ہفتہ کی اَور زندگی مل سکتی ہے تم اتنے ہزار روپے دے دو تو مَیں سمجھتا ہوں ایسے موقع پر اُسے ہزاروں باتیں یاد آجائیں گی کہ اگر ایک ہفتہ کی اَور زندگی مل جائے تو مَیں فلاں کام بھی کر لوں، فلاں کام بھی کر لوں اور وہ اس غرض کے لیے اپنی آدھی جائیداد تک دینے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ اگر موت کے یقینی علم کے بعد صرف ایک ہفتہ کی زندگی کے لیے انسان اِس قدر قربانی کر سکتا ہے تو جہاں پانچ سو سال کی زندگی ملتی ہو وہاں اس زندگی کے حصول کے لیے دل میں کسی تحریک کا پیدا نہ ہونا بتاتا ہے کہ لوگوں کو اِس بات پر یقین ہی نہیں کہ یہ خدائی وعدہ ہے اور خدا اپنے وعدوں کو ضرور پورا کیا کرتا ہے۔ اگر انہیں یقین ہوتا تو مَیں سمجھتا ہوں وہ سر کے بل چل کر مسجدوں میں آتے اور تسبیح و تحمید اور تکبیر کے ثواب سے حصہ پاتے۔ مگر اتنا چھوٹا سا کام کرنا بھی انہیں دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ صحابہؓ کے دل میں نیکی میں ترقی کرنے کا کس قدر جوش پایا جاتا تھا کہ غرباء کی یہ خواہش تھی امراء ہم سے نہ بڑھ جائیں اور امراء کی یہ خواہش تھی کہ غرباء ہم سے نہ بڑھ جائیں۔

ایک اور صحابی کے متعلق لکھا ہے انہوں نے ایک دفعہ مجلس میں بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جو شخص اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین میں شامل ہوتا اور پھر اُس کا جنازہ بھی پڑھتا ہے اُسے ایک قیراط کے برابر ثواب ملتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو جنازہ پڑھنے کے بعد میت کے ساتھ جاتا اور اُس کے دفن ہونے تک موجود رہتا ہے

اور اُس وقت واپس آتا ہے جب اُس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے اُسے دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہو گا۔ دوسرے صحابی نے جب اُن کی زبان سے یہ بات سُنی تو وہ خفا ہوگئے کہ تم بڑے ظالم ہو۔ آج تک تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حدیث ہمیں بتائی کیوں نہیں۔ خبر نہیں ہم ثواب کے کتنے قیراط ضائع کر چکے ہیں۔3 اگر تم پہلے یہ بات بتا دیتے تو ہم جنازہ پڑھ کر واپس نہ چلے جاتے بلکہ میت کے ساتھ جاتے اور اُس کے دفن ہونے کے بعد واپس آتے۔ اور اگر ہم نے جلدی ہی واپس آجانا ہوتا تو مجبوری کی حالت میں واپس جاتے ورنہ میت کے دفن ہونے تک ضرور موجود رہتے تا کہ یہ ثواب ہمارے ہاتھ سے نہ جاتا۔ مگر تم نے تو یہ بات اتنی دیر کے بعد بتائی ہے کہ اب کئی ایسے مواقع ضائع ہو چکے ہیں جب ہم جنازہ کے ساتھ جاسکتے تھے مگر اس حدیث کے عدمِ علم کی وجہ سے نہ گئے اور ثواب ضائع ہو گیا۔

اسی طرح روایتوں میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے درمیان کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ بھائیوں بھائیوں میں بھی بعض دفعہ ناراضگی کی کوئی بات ہو جاتی ہے۔ حضرت امام حسنؓ کی طبیعت بہت سلجھی ہوئی اور نرم تھی لیکن حضرت امام حسینؓ کی طبیعت میں جوش پایا جاتا تھا۔ ان میں جو جھگڑا ہوا اُس میں حضرت امام حسینؓ کی طرف سے زیادتی ہوئی۔ لیکن حضرت امام حسنؓ نے صبر سے کام لیا۔ اس جھگڑے کے وقت بعض اَور صحابہؓ بھی موجود تھے۔ جب جھگڑا ختم ہو گیا تو دوسرے دن ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت امام حسنؓ جلدی جلدی کسی طرف جا رہے ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت حسنؓ کہنے لگے مَیں حسینؓ سے معافی مانگنے چلا ہوں۔ وہ کہنے لگا کیا آپ معافی مانگنے چلے ہیں؟ مَیں تو خود اُس جھگڑے کے وقت وہاں موجود تھا اور مَیں جانتا ہوں کہ حسینؓ نے آپ کے متعلق سختی سے کام لیا پس یہ اُن کا کام ہے کہ وہ آپ سے معافی مانگیں نہ یہ کہ آپ ان سے معافی مانگنے چلے جائیں۔ حضرت حسنؓ نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ مَیں اِسی لیے تو اُن سے معافی مانگنے جا رہا ہوں کہ انہوں نے مجھ پر سختی کی تھی۔ کیونکہ ایک صحابیؓ نے مجھے سنایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا جب دو شخص آپس میں لڑ پڑیں تو

اُن میں سے جو پہلے صلح کرتا ہے وہ جنت میں دوسرے سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوگا۔ میرے دل میں یہ بات سن کر خیال پیدا ہوا کہ کل مَیں نے حسینؓ سے بُرا بھلا سُنا اور انہوں نے مجھ پر سختی کی۔ اب اگر حسینؓ معافی مانگنے کے لیے میرے پاس پہلے پہنچ گئے اور انہوں نے صلح کرلی تو مَیں دونوں جہان سے گیا کہ یہاں بھی مجھ پر سختی ہوگئی اور اگلے جہان میں بھی مَیں پیچھے رہا۔ چنانچہ مَیں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھ پر جو سختی ہوگئی ہے وہ تو ہوگئی اب مَیں اُن سے پہلے معافی مانگ لوں تاکہ اس کے بدلہ میں مجھے جنت تو اُن سے پانچ سو سال پہلے مل جائے۔ یہ خواہش تھی جو انہیں نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف لے جاتی تھی۔ بات سننا اور کان سے نکال دینا یہ کوئی مفید طریق نہیں۔ ہزار بات سننے اور عمل نہ کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ انسان ایک بات سنے اور اُس پر عمل کرے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں ایک شخص آیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں ہمیں دور سے ہی اُس کی گنگناہٹ کی آواز آرہی تھی۔ گویا وہ راستہ میں آتے ہی اپنے منہ میں سوال و جواب کر رہا تھا۔ جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں پہنچا تو اُس نے صحابہؓ سے پوچھا کہ کون ہیں تمہارے صاحب؟ صحابہؓ کہتے ہیں ہم نے کہا وہ جو مجلس میں تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا مَیں آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو خدا نے لوگوں کو یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ مَیں خدا کا رسول ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ مَیں دنیا میں اپنی رسالت کا اعلان کروں۔ وہ کہنے لگا تو بہت اچھا۔ مَیں اِس پر ایمان لایا ہوں۔ پھر وہ کہنے لگا اب بتائیے یہ جو نمازوں کا حکم ہے کیا یہ ٹھیک ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں! ٹھیک ہے۔ وہ کہنے لگا۔ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو ان پانچ نمازوں کا خدا نے حکم دیا ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! مجھے خدا نے ہی پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد اس نے اسی طرح روزوں کے متعلق پوچھا۔ پھر حج کے متعلق دریافت کیا۔ پھر زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا اور ہر بات وہ آپ سے قسم دے کر پوچھتا رہا۔ جب وہ یہ باتیں دریافت کر چکا تو

کوئی اَور بات کیے بغیر وہ وہاں سے اُٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم! مَیں ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑوں گا۔ مگر ان پر کوئی بات زیادہ بھی نہیں کروں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس وقت فرمایا اگر اِس شخص نے اپنی بات کو پورا کر لیا تو نجات پا گیا۔4

تو دیکھو وہ شخص تھوڑی دیر کے لیے آیا اور چند منٹ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں بیٹھا۔ باتیں اُس نے تھوڑی سی دریافت کیں مگر پھر وہ اِس ارادہ سے کھڑا ہو گیا کہ اب مَیں اِن باتوں پر عمل کر کے رہوں گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ صرف سنوں اور عمل نہ کروں۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ بھی تھے جو بیسیوں دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے، ہزاروں باتیں انہوں نے سنیں مگر وہ منافق کے منافق ہی رہے۔ انہوں نے باتیں تو سنیں مگر اُن پر عمل نہ کیا اُن سے انہوں نے فائدہ نہ اُٹھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زیادہ باتیں سننے والے تو جہنم میں چلے گئے اور چھوٹی سی بات سن کر اس پر عمل کرنے والا جنت میں چلا گیا تو نیکی کی باتوں کو سننا اور ان پر عمل کرنا بڑی اہم بات ہوتی ہے اور جتنا کوئی ثواب کے حصول کی کوشش کرتا ہے اتنا ہی وہ ان باتوں کو یاد رکھتا اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ بعض دفعہ نیک کاموں میں حصہ لینے کے باوجود انسان کے ایمان کا جو برتن ہوتا ہے اس کے پیندے5 میں شگاف ہوتا ہے مگر وہ اس کی طرف سے غافل ہوتا ہے۔ ایسا انسان نماز تو پڑھتا ہے مگر چونکہ اس کے نماز کے برتن میں شگاف ہوتا ہے اِس لیے اُس کی غفلت کی وجہ سے وہ نماز اس شگاف میں سے نیچے گر جاتی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان نماز تو پڑھتا ہے مگر اس کا دھیان کسی اَور طرف ہوتا ہے۔ یا وضو میں اُس سے کوئی بے احتیاطی ہو جاتی ہے مگر اسے علم نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں وہ بظاہر نماز پڑھ رہا ہوتا ہے مگر وہ نماز پیندے کے سوراخ میں سے نیچے گر جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری ہزار نمازیں جمع ہو چکی ہوں گی حالانکہ وہاں صرف سَو نمازیں ہوتی ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کسی کے بٹوے یا جیب میں شگاف ہو مگر اُسے علم نہ ہو۔ وہ تو یہی سمجھتا رہے گا کہ میری جیب یا بٹوے میں اتنے روپے ہیں مگر جب وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے گا تو اُسے وہاں کوئی روپیہ نہیں ملے گا۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرض نمازوں کے ساتھ نوافل کا بھی

حکم دیا ہے تاکہ اگر کچھ نمازیں انسان کی غفلت کی وجہ سے گر جائیں تو نوافل ان کا قائم مقام بن سکیں۔ یا ذکر الٰہی کا حکم دے دیا تاکہ اگر نوافل میں کمی آجائے تو ذکرِ الٰہی ان نوافل کا قائم مقام ہو جائے۔ پس اگر تم روحانی ترقی حاصل کرنا چاہتے ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہو کر روحانی فیوض حاصل کرنا چاہتے ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے قائم کردہ نظام سے صحیح رنگ میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو نمازوں کی درستی کی طرف توجہ کرو اور بَیْنَ الْاَرْکَان حرکات کو وقار سے ادا کرو۔

پھر دو چیزیں اَور بھی ہیں جن کا میں ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔ جماعت کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ کم سے کم مقدار میں ان امور کی پابندی کریں تاکہ اُن کے دلوں کا نور بڑھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل ان پر نازل ہوں۔ اُن دو باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔**6** فرماتے ہیں دو کلمے ایسے ہیں کہ رحمان کو بہت پیارے ہیں خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ زبان پر بڑے ہلکے ہیں۔ عالم، جاہل، عورت، مرد، بوڑھا، بچہ ہر شخص ان کلمات کو آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر تم دو سال کے بچہ کو وہ کلمات سکھانا چاہو تو وہ بھی ان کو سیکھ جائے گا۔ اگر ایک بڈھے کھوسٹ کو وہ کلمات سکھانے لگو تو وہ بھی ان کو سیکھ لے گا۔ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ لیکن قیامت کے دن جب اعمال کا وزن ہو گا تو جس شخص کی نیکیوں کے پلڑے میں وہ ہوں گے وہ اسے بہت بھاری بنا دیں گے اور اُسے دوسرے پلڑے سے نیچا کر دیں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ یہ کتنا چھوٹا سا کلمہ ہے۔ اگر تم اپنے دو سالہ بچے کو یاد کرانا چاہو تو وہ بھی اسے آسانی سے یاد کرے گا۔ کیونکہ اس کا وزن ایسا ہے جس میں توازنِ شعری قائم ہے اور انسان ان کلمات کے پڑھتے وقت یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا ایک جھولا جھول رہا ہے جو کبھی اونچا ہو جاتا ہے اور کبھی نیچا ہو جاتا ہے۔ پس چونکہ ان میں تناسبِ صوتی پایا جاتا ہے اس لیے ان کا یاد رکھنا بڑا آسان ہے اور اسے اپنی زبان سے دُہرانا تو اَور بھی آسان ہے۔ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تسبیح و تحمید اور تکبیر کی

طرف توجہ دلائی ہے وہاں تسبیحوں میں یہ تسبیح آپ نے بڑی اہم قرار دی ہے۔ پس مَیں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ ہر احمدی کم سے کم بارہ دفعہ دن میں یہ تسبیح روزانہ پڑھ لیا کرے۔ وہ چاہے تو سوتے وقت پڑھ لے، چاہے تو ظہر کے وقت پڑھ لے، چاہے تو عصر کے وقت پڑھ لے، چاہے تو مغرب کے وقت پڑھ لے، چاہے تو عشاء کے وقت پڑھ لے، چاہے تو فجر کے وقت پڑھ لے۔ بہر حال ہر احمدی یہ عہد کرے کہ وہ روزانہ بارہ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ پڑھ لیا کرے گا۔

اسی طرح دوسری چیز جو اسلام کی ترقی کے لیے ضروری ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات اور آپ کے فیوض کا دنیا میں وسیع ہونا ہے اور ان برکات اور فیوض کو پھیلانے کا بڑا ذریعہ درود ہے۔ بے شک ہر نماز میں تشہد کے وقت درود پڑھا جاتا ہے مگر وہ جبری درود ہے اور جبری درود اتنا فائدہ نہیں دیتا جتنا اپنی مرضی سے پڑھا ہوا درود انسان کو فائدہ دیتا ہے۔ وہ درود بے شک نفس کی ابتدائی صفائی کے لیے ضروری ہے۔ لیکن تقرب اِلَی اللہ کے حصول کے لیے اِس کے علاوہ بھی درود پڑھنا چاہیے۔ پس مَیں دوسری تحریک یہ کرتا ہوں کہ ہر شخص کم سے کم بارہ دفعہ روزانہ درود پڑھنا اپنے اوپر فرض قرار دے لے۔ یہ اس کا اختیار ہے کہ خواہ فجر کے وقت پڑھ لے، خواہ ظہر کے وقت پڑھ لے، خواہ عصر کے وقت پڑھ لے، خواہ مغرب کے وقت پڑھ لے، خواہ عشاء کے وقت پڑھ لے، خواہ سونے سے پہلے پڑھ لے۔ بہر حال بارہ دفعہ روزانہ درود پڑھ لیا جائے۔ مگر درود پڑھنے کے یہ معنے نہیں کہ انسان محض درود کے الفاظ اپنی زبان سے دہراتا جائے بلکہ اسے چاہیے درود سمجھ کر پڑھے۔ یہ نہیں کہ خالی مُنہ سے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کہہ دیا جائے بلکہ جب انسان اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہے تو اسے پتہ ہو کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا! تُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما، آپ کے درجات کو بلند کر، آپ کی تعلیم کو دنیا میں پھیلا، آپ کا نور دنیا میں روشن کر اور آپ جس کام کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہیں اُس میں آپ کو کامیاب فرما۔ تاکہ ساری دنیا آپ کے جھنڈے کے نیچے آجائے، ساری دنیا صداقت کو قبول کرلے اور ساری دنیا آپ کی غلامی کو اختیار کرلے۔ جب کوئی شخص

اس درد سے درود پڑھے گا کہ دنیا کو آپ کے ذریعہ سے ہدایت حاصل ہو اور آپ کا لایا ہوا نور وہ قبول کرلے تو یہ لازمی بات ہے کہ خدا تعالیٰ اس شخص کو بھی اِس امر کی توفیق عطا فرما دے گا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو پھیلانے میں حصہ لے اور آپ کے احکام کی دنیا میں اشاعت کرے۔

ہم دیکھتے ہیں جب کوئی شخص کسی غریب آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اسے کسی امیر کے دروازے پر لے جاتا ہے اور کہتا ہے اس کی مدد کی جائے تو اِس کے اپنے دل میں بھی اس کے متعلق رحم کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب یہ خدا سے کہے گا کہ خدایا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلا تو اس کے اپنے دل میں بھی درد پیدا ہو گا کہ مَیں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلاؤں۔ جب یہ خدا سے کہے گا کہ خدایا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دنیا میں روشن فرما تو اس کے اپنے دل میں بھی درد پیدا ہو گا کہ مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو دنیا میں روشن کرنے کا موجب بنوں۔ جب یہ خدا سے کہے گا کہ خدایا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی دنیا میں اشاعت فرما تو اس کے اپنے دل میں بھی درد پیدا ہو گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی اشاعت میں حصہ لوں۔ اور چونکہ آل کے لفظ میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اتباع کرتے اور آپ کے انوار کو پھیلانے میں حصہ لیتے ہیں۔ بالخصوص حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس میں شریک ہیں۔ اس لیے جب کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجے گا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھی اس میں شامل ہو جائے گا۔ لیکن یہ بھی جائز ہے کہ مخصوص طور پر انسان درود میں یہ الفاظ زائد کرلے کہ وَعَلٰی عَبْدِكَ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ۔ ان الفاظ کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ فیضان جو بواسطہ مسیح موعود مقدر ہے اُس کی طرف اس کی خاص طور پر توجہ رہے گی اور یہ کوشش کرے گا کہ مَیں اس فیضان سے بھی حصہ لوں۔ بہرحال ہماری جماعت کو درود پڑھنے کی طرف بھی خاص طور پر توجہ کرنی چاہیے۔ ابتدائی طور پر مَیں نے ہر شخص کے لیے دن میں بارہ دفعہ درود پڑھنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور گو درود اس سے زیادہ پڑھنا چاہیے مگر سب سے بہتر کام وہی ہوتا ہے

جس کو انسان عمدگی سے نباہ سکے۔

پس ہر احمدی مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، اُس کو چاہیے کہ شروع میں وہ کم سے کم روزانہ بارہ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اور بارہ دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھا کرے۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی لمبا درود ہو۔ اگر کوئی شخص لمبا درود نہیں پڑھ سکتا تو وہ چھوٹے سے چھوٹا درود بھی پڑھ سکتا ہے۔ وہ یہ کہہ کر بھی اپنے اس فرض کو ادا کر سکتا ہے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ یہ درود ایسا ہے جو معمولی سے معمولی علم والا بھی یاد کر سکتا ہے۔ یہ درود ایسا ہے جو چھوٹی سے چھوٹی عمر والا بھی یاد کر سکتا ہے۔ بچے اس درود کو یاد رکھ سکتے ہیں۔ بوڑھے اس درود کو یاد رکھ سکتے ہیں۔ معمولی علم رکھنے والے اِس درود کو یاد رکھ سکتے ہیں۔ اور پھر باوجود اتنا چھوٹا درود ہونے کے سارا مضمون اس میں آجاتا ہے۔ برکت کی دعا بھی اس میں آجاتی ہے، سلامتی کی دعا بھی اس میں آجاتی ہے، رحمت اور فضل کی دعا بھی اس میں آجاتی ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں اگر ہماری جماعت کے دوست یہ قدم اٹھالیں تو اس کا ذکر اور درود کا وِرد اِنْشَاءَ اللّٰه بڑھتا جائے گا اور پھر ان کے دلوں میں خود بخود نیکی اور تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فیوض سے وہ حصہ لینا شروع کر دیں گے اور انوارِ الٰہیہ بھی جلد جلد نازل ہونے لگ جائیں گے۔ انوار تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور نازل ہوں گے۔ بڑی چیز یہ ہے کہ ان انوار سے تم کو بھی حصہ ملے۔ مَیں تمہیں وہ باتیں نہیں بتاتا جن سے صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برکتیں ملیں اور تم کو نہ ملیں۔ بلکہ مَیں تمہیں وہ طریق بتا رہا ہوں جس سے تم کو بھی اُن برکات سے حصہ مل سکے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ضرور برکتیں ملیں گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو برکات عطا نہ فرمائے اور ان کے انوار دنیا میں روشن نہ کرے۔ پس تمہیں ان کا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں یہ فکر ہونا چاہیے کہ تم ان برکات سے حصہ لیتے ہو یا نہیں لیتے۔ پس تمہارے منہ سے یہ باتیں اس لیے نکلوائی جاتی ہیں کہ اگر تم ان پر عمل کرو گے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات وانوار نازل ہونے کی وجہ سے تمہیں بھی ان برکات سے حصہ مل جائے گا۔ اگر تم درود پر دوام اختیار کرو گے، اگر تم تسبیح و تحمید اور تکبیر میں حصہ لو گے، اگر تم اپنی نمازیں درست

کروگے، اگر تم ارکانِ نماز کو آہستگی اور اطمینان کے ساتھ ادا کروگے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب زمین پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی برکتیں نازل ہوں گی تو ان برکات سے تم کو بھی حصہ ملے گا اور تمہارا خاندان اور تمہاری نسلیں ان برکات سے محروم نہیں رہیں گی۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا کہ جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کو دنیا میں پھیلاؤ، جاؤ اور آپ کی برکات سے زمین والوں کو حصہ دو تو اُس وقت خدا اپنے فرشتوں کو یہ بھی حکم دے گا کہ دیکھنا میرے فلاں بندے کو بھی یاد رکھنا کیونکہ وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے لیے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت اور سلامتی نازل ہونے کے لیے مجھ سے عاجزانہ طور پر دعائیں کیا کرتا تھا۔ پس جب تم آسمان سے رحمتوں کے خزانے لے جاؤ تو اس کے گھر کو نہ بھولنا بلکہ اُسے بھی ان رحمتوں سے مالامال کر دینا۔ پس جو لوگ محبت اور اخلاص کے ساتھ درود پڑھیں گے وہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی برکات سے حصہ پائیں گے، اُن کے گھر رحمتوں سے بھر دیئے جائیں گے اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا جلوہ گاہ ہو جائیں گے اور نہ صرف ان روحانی نعماء سے وہ لذت اندوز ہوں گے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے چونکہ ان کی خواہش ہوگی کہ اسلام پھیلے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اکنافِ عالَم تک پہنچے اِس لیے وہ اپنے اس ایمانی جوش اور دردمندانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اسلام کے غلبہ کا دن بھی دیکھ لیں گے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ دعائیں ہی ہیں جن سے یہ عظیم الشان کام ہو سکتا ہے۔ دنیوی کوششیں تو محض سہارے اور ہمارے اخلاص کے امتحان کا ایک ذریعہ ہیں۔ ورنہ قلوب کا تغیر محض خدا کے فضل سے ہوگا۔ اور اس فضل کے نازل ہونے میں ہماری وہ دعائیں مُمِد ہوں گی جو ہم عاجزانہ طور پر اُس سے کرتے رہیں گے"۔ (الفضل 23 رمئی 1944ء)

---

1 : بخاری كِتَاب الْأَذَانِ بَاب أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ

2 : مسلم كِتَاب المساجد بَاب اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

3 : ترمذي ابواب الْجَنَائِزِ بَاب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ

4 :مسلم کِتَاب الْإِيمَانِ بَاب السُّؤَالِ عَنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

5 :پینڈے: پیندہ: تلا۔ کسی چیز کا نچلا حصہ

6 : بخاری کِتَاب التوحید بَاب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيومِ الْقِيٰمة